

احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

(مولانا محمد تقی صاحب ایبٹنی، ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی۔
 ختم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے مختلف راہیں نکالیں
 مثلاً یہ اعلان کیا:

(ا) لائسٹرق عربی ملے کوئی عربی غلام نہیں بنا جاسکتا۔

(ب) ابو موسیٰ اشعری گورنر کو یہ حکم بھیجا کہ:

خلو اکل اٹا درود از دے ملے کوئی کاشت کار و ہل چلانے والا غلام نہ رکھا جائے۔

(ج) اہمات الاولاد (جس لونڈی سے اولاد ہو جائے) کی خرید و فروخت سے روک دیا حالانکہ اس سے پہلے مالعت نہ تھی بلکہ جس کا مطلب یہ تھا کہ اولاد ہونے کے بعد لونڈی جیسے احکام نہیں رہتے۔

(د) جو غلام رقم دے کر آزاد ہونا چاہے مالک کے ذمہ اس کی آزادی کو ضروری قرار دیا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ کے غلام سیرینؓ نے مکاتبت کی درخواست کی لیکن انسؓ نے انکار کر دیا، جب اس کی شکایت حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انسؓ کو بلا کر کہا:

ملے اس عنوان سے یہ مضمون بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔ ہم ماہنامہ ”برمان“ دہلی سے اس مضمون

کی پندرھویں قسط یہاں نقل کر رہے ہیں۔ ملے کنز العمال ج کتاب الجہاد میں قسم الافعال الاساری ص ۳۱۳ ملے حوالہ بالا ملے ابوداؤد از مشکوٰۃ کتاب العتق۔

کاتبہ نابی فضر بہ بالدرقہ ۵ اس کو مکاتب کر دو، اس پر انس نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ نے
(۴) غلاموں کو اپنے عزیز قریب سے جدا نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

لا یفرق بین اخوین اذا بیعوا ولا بیچتے وقت دو بھائیوں میں تفریق نہ کی جائے۔

تفرقوا بین الام وولدھا ولا یفروق ماں اور بچہ کے درمیان جدائی نہ کی جائے۔ اور

بین السبا یا واولادھن ۶ قیدیوں میں ماں کو بچہ سے جدا نہ کیا جائے۔

اگر مذہب قدیم تنظیم کا نام ہوتا تو حضرت عمرؓ غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی راہیں نہ نکالتے
زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ ہر طرح کے حقوق دے کر معاشرہ میں ان کا مقام اونچا کر دیتے۔ دراصل
اسلام کی روح ہی یہ تھی کہ معاشرہ سے غلامی کے رواج کو ختم کیا جائے جیسا کہ اس کی تائید حضرت عمرؓ
کے درج ذیل قول سے ہوتی ہے۔

متی استعبدتم الناس وقد تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنا رکھا ہے حالانکہ

ولدتھم امھم احراراً ۷ ان کی ماں نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے۔

لیکن ایک دم سے ختم کرنے میں سماجی زندگی کے مختل ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس بناء پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بتدریج ختم کرنے کی کوشش کی پھر حضرت عمرؓ نے اس کوشش کو اور آگے
بڑھایا جس کے مختلف طریقے وضع کئے۔

یہ تو قانون کے درجہ کی بات ہے ورنہ جہاں تک حقوق و مراعات اور سلوک و برتاؤ کا تعلق ہے
اسلام نے ابتدا ہی سے غلامی کو ختم کر دیا تھا، چنانچہ رسول اللہؐ نے فرمایا:-

ھم اخوانکم جعلھم اللہ تحت وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے

ایدیکم فسن جعل اللہ احاء تحت ماتحت کر دیا ہے جس کے ماتحت اللہ نے اس

یدہ فلیطعمہ ممایا کل ولیلہ کے بھائی کو کیا ہے تو جو خود کھائے وہی اپنے بھائی

مما یلبس ولا یكلفہ من العمل ما کو کھلائے جو خود پہنے وہی اپنے بھائی کو پہنائے

یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ اور جو کام اس کو مغلوب کر دے اس کی تکلیف

۵ ہے بخاری کتاب العتق باب المکاتب۔ ۶ بیہقی

کے تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلاثون ص ۱۱۰

فلیعنیہ علیہ ۔ ۵

نہ دے اور اگر تکلیف دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو خود اس کی مدد کرے

شوہروں کو چار ماہ سے زائد

باہر رہنے سے روک دیا۔

(۵۳) حضرت عمرؓ نے فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ باہر رہنے سے

روک دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایسا کوئی قانون نہیں ملتا ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ حسب دستور رات کو گشت کر رہے تھے کہ

ایک گھر سے عورت کے ایسے استعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں شہوانی جذبات کا اظہار تھا۔ عورتوں سے

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو ماہ تک شوہر کی جدائی برداشت ہو سکتی ہے تیسرے ماہ قوت

برداشت میں کمی آ جاتی ہے اور چوتھے ماہ جذبات کی ہیجان انگیزی شہاب پر ہوتی ہے۔ اس

تحقیق کے بعد افسران کو لکھ بھیجا کہ کسی شخص کو چار ماہ سے زیادہ باہر نہ روکا جائے ۹

دراصل حضرت عمرؓ قرآن و سنت کی روح اور احکام کی مصلحت کو دیکھتے تھے ظاہری الفاظ

پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

فکان عمر یجتہد فی تعرف الحکمة حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں سرگرداں رہتے

التي نزلت فیہا الایة ویحاول جس میں آیت نازل ہوئی ہے اور اس مصلحت کی

معرفة المصلحة التي جاء من اجلها معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے جس کی وجہ

الحديث ویأخذ بالروح سے حدیث وارد ہوئی ہے اور روح و مقرر کو لیتے

لابا الحرف ۱۰

صرف ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے۔

اس بناء پر ایسے بہت سے احکام وضع کئے جن کا ذکر ظاہر الفاظ میں نہیں ہے لیکن روح او

مصلحت میں موجود ہے۔

(۵۴) حضرت عمرؓ نے سیاست شرعیہ کے تحت نصر بن حجاج

کا سر منڈا دیا اور کچھ رقم دے کر مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔

خوب صورتی کم کرنے کے لئے

ایک شخص کا سر منڈا دیا

وخلق عمر داس نصر بن حجاج و نفاھا من المدینة ۱۱

عمرؓ نے نصر بن حجاج کا سر منڈا دیا اور مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔

۱۲ بخاری کتاب العقیق باب قول النبی البعید اخوانکم ۱۳ ازالة الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ

۱۴ القضاء فی الاسلام قضاء عمر ص ۱۰۳ ۱۵ الطرق الحکمیة فصل و ملک اصحابہ الح ص ۱۶

رات کو گشت کے وقت ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا

الاسبیل الی خسر فاشربہ ام لاسبیل الی نصر بن حجاج

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج نہایت خوب صورت آدمی ہے۔ جس کو عورتیں حسرت و آرزو کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ آپؑ نے بلا کہ اس کے سر کے بال منڈا دیئے تاکہ خوب صورتی کچھ کم ہو جائے لیکن اس کے بعد وہ ظالم اور زیادہ خوب صورت نظر آنے لگا۔ بالآخر اس کو جلاوطن کر دیا^{۱۲}

نصر بن حجاج سے جبرم کا ارتکاب بعد میں ہوا ہے جس سے حضرت عمرؓ کی فرست ظاہر ہوتی ہے۔^{۱۳} لیکن شخصی حقوق میں مداخلت پہلے ہی کر دی اور کسی کو لب کشائی کی ضرورت نہ محسوس ہوئی۔

ولی کی مرضی کے خلاف (۵۵) حضرت عمرؓ نے "ولی" کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ موالی "یں" سے ایک مالدار شخص نے قریشی کی بہن کا پیغام بھیجا۔ قریشی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

ان لنا حسباً وانہ لیس ہم حسب ونسب والے ہیں وہ لڑکی لہما بکفو۔

جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپؑ نے قریشی کو بلا کر کہا کہ وہ مالدار بھی ہے اور پرہیزگار بھی، اگر بہن راضی ہے تو نکاح کر دو:

زوج الرجل ان کانت المرأۃ راضیۃ اگر لڑکی راضی ہے تو اس سے نکاح کر دو۔ چنانچہ بھائی نے جا کر پوچھا تو وہ راضی ہو گئی اور نکاح کر دیا گیا:

فراجعہا اخوها فرضیت فزوجہا منہ^{۱۴} بھائی نے جب اس سے مراجعت کی تو وہ راضی ہو گئی یہ کوئی معاشرۃ کا معاملہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کر فیصلہ کیا ہو بلکہ حسب و نسب کے "بت" کو توڑنا مقصود تھا، جس کے آہنی پنجہ میں اب مسلم معاشرہ گرفتار ہو گیا ہے۔

^{۱۲} ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ والطرق الحکمیۃ حوالہ بالا۔

^{۱۳} ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ ازالۃ الخفاء مقصد دوم سیاست فاروق اعظم

فتہاء کرام نے "کفو" پر اتنی طویل بحث محض ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے کی تھی اگر کسی زمانہ میں یہ بحث ازدواجی زندگی کو ختم کرنے کا باعث ہو جائے تو غیر شرعی بن جائے گی جس کو فقہ کے ایوان سے خارج کرنا ضروری ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت سے کفو کی نئی حد بندی لازمی ہے جس سے ازدواجی زندگی میں سہولت و خوشگوار پید ا ہو سکے۔

حب و نسب اور معیارِ زندگی کے "بتوں" نے بہت سی مسلم بچیوں کو زندہ در گور بنا دیا ہے جن لڑکیوں میں مذہب و روایات کا پاس نہیں ہے وہ اپنی مرضی سے راستہ تلاش کرنے میں آزاد ہیں۔ لیکن جن میں حمیت و عزت باقی ہے وہ سسک سسک کر پوری زندگی گزارتے پر مجبور ہیں۔

مسئلہ کا حل اونچی تعلیم میں تلاش کیا گیا تھا لیکن اب یہ مردانی تعلیم شادی کے قائم مقام بن رہی ہے۔ پہلے زیادہ تعلیم یافتہ لڑکی پسند کی جاتی تھی لیکن اب یہ رجحان بدل رہا ہے۔ مغربی معاشرہ نے عورت کو اس کی صنف سے خارج کر کے ایک نئی صنف میں تبدیل کر لیا (جو کیا بتاؤں وہ کیا ہے ؟) لیکن اسلامی معاشرہ اس کو کیسے برداشت کر سکتا ہے ؟ وقت کے اس نازک مسئلہ پر کس کو توجہ دلائی جائے ؟ جن حضرات سے کچھ جدوجہد کی توقع ہے۔ وہ خود شعوری یا غیر شعوری طور پر ان "بتوں" کے پجاری بنے ہوئے ہیں اور جو حضرات قیادت و سیادت کے دعویدار ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ایسے سنجیدہ کام اپنے ہاتھ میں لیں، کاش کوئی "مرد مومن" غیب سے نمودار ہوتا اور تمام ان "بتوں" کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ کرب و الم میں مبتلا ہے۔ اور اپنے اقدار تک کو ختم کر دینے پر آمادہ ہے۔ جب تک خود عمل نہ ہو اسلامی تعلیمات پر وعظ کہہ دینے سے کچھ کام چلتا ہے اور نہ ذمہ داری سے سبکدوشی ہوتی ہے حضرت امیر المومنینؑ نے ایک دودھ فروش کی بیوہ لڑکی سے اپنے بیٹے "عاصم" کا نکاح کیا تھا جس کا واقعہ مشہور ہے حضرت امیر المومنینؑ نے نہ لڑکی کا حسب و نسب دیکھا اور نہ معیارِ زندگی پر نظر کی بس ان کو یہ ادا پسند آئی کہ جب لڑکی کی ماں نے دودھ میں پانی ملانے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ "ظاہر و باطن ہر حال میں امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے یہ نہیں ہو سکتا کہ دن کی روشنی میں تو اطاعت ہو

اور رات کی تاریکی میں خیانت ہو۔“

اُدھر ”شہزادہ“ نے نہ جہیز کی خواہش کی نہ بیوگی پر نظر کی اور نہ دل میں یہ خیال آیا کہ اس کی شادی دودھ بیچنے والی لڑکی سے کیوں کر ہو؟

در اصل ان دونوں کی نظر زندگی کے اصل معیار پر تھی اور وہ ”تقویٰ“ ہے جس کا ثبوت لڑکی کے جواب میں مل چکا تھا۔ بلکہ اسی کو بنیاد بنا کر ”شہزادہ“ نے بطیب خاطر آمادگی ظاہر کی تھی اور شادی کا پیغام بھیجا گیا تھا۔

اب عقائد و عبادات میں نہیں بلکہ معاملات و معاشرت میں تجدید و اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ”دور“ کی تبدیلی سے یہی زیادہ مجروح ہوتے اور رعایت“ کو قبول کرتے ہیں بشرطیکہ وہ رعایت قرآن و سنت کی روح کے خلاف نہ ہو۔

لیکن چونکہ مذہب کے نام پر قدیم تنظیم سے وابستگی معاشرہ میں جبر پکڑ لیتی ہے اور طویل عرصہ کے بعد انقلابی رعایت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس بناء پر نوجوانوں کے ذہن قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ ان سے کسی صلہ کی توقع ہوتی ہے ایسی حالت میں تجدید و اجتہاد کے فرائض وہی شخص انجام دے سکتا ہے۔ جس کو نہ کسی سے طبع ہو اور نہ کسی کا خوف ہو بس اپنے مالک حقیقی کے سامنے جواب دہ ہو اور اسی کو مقصود بنا کر کام کرے

(۵۶) حضرت عمرؓ نے ”شعائر“ کی تعظیم میں غلو سے روکا اور حجر اسود کی شعائر کی تعظیم میں طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

غلو سے روکا

انی لا علم انک حجر میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا

لا تنفع ولا تضر ۱۶ ہے اور نہ نقصان۔

اور ”رمل“ کے بارے میں فرمایا:

مالنا وللرمل انما کنا اداہنا ب۔ رمل سے ہمارا کیا تعلق ہے اس کے ذریعہ ہم نے مشرکین

المشرکین وقد اهلکھم اللہ ۱۷ کو مرعوب کیا تھا اب ان کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لیکن چونکہ ان کا تعلق روایت و یادگار سے تھا اور خود رسول اللہؐ کا عمل موجود تھا۔ اس بناء

پر خود ترک کیا اور نہ ترک کرنے کا حکم دیا۔

(۵۷) حضرت عمرؓ نے تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا۔ اور تقدیر کی اصل حقیقت کو واضح کیا، چنانچہ ایک مرتبہ ملک شام جا رہے تھے، راستہ میں معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وباء شدت سے پھیلی ہوئی ہے، واپسی کا ارادہ سے روکا۔

کیا جس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے اعتراض کیا:

افلار آمن قدر الله کیا آپ تقدیر الہی سے بھاگ رہے ہیں۔

جواب میں فرمایا:

نعم نعم من قدر الله الى ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر

قدر الله الی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

”تقدیر“ اللہ کے علم و اندازہ کا نام ہے۔ وہ کوئی آہنی زرہ نہیں ہے، جو لوگوں کو پہنادی گئی ہو کر لوگ بچتے جائیں اور وہ قبضہ کرتی جائے۔ جس طرح وہاں جانا تقدیر سے ہے اسی طرح نہ جانا تقدیر سے ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

ارایت لو كان ابل فهبط واديا له اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور کسی وادی میں

عدو وان احدا هما خصبة والاخری اترو جس کے ایک طرف سرسبز زمین اور دوسری

جدبة الیس ان رعیت الحصبہ رعیتھا طرف خشکی۔ اگر تم سرسبز حصہ میں چراؤ تو

بقدر الله وان رعیت الجدبة رعیتھا یہ بھی تقدیر سے ہے اور خشک حصہ میں

بقدر الله: ۱۹ چراؤ تو یہ بھی تقدیر سے ہے۔

(۵۸) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے معاویہؓ کی شان و شوکت

کی شان و شوکت کو برقرار رکھا اور کوفہ کو برقرار رکھا جب انھوں نے کہا کہ ہمارے یہاں

جاسوس بہت ہیں اس کے بغیر ہم دشمن کو مرعوب نہیں کر سکتے ہیں“ ۲۰

حالانکہ اس وقت تک اسلام میں اس قسم کی ظاہر داریوں کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا چنانچہ خود عمرؓ نے

۱۹ مسلم باب الطاعون۔ ۲۰ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص ۶۷

۲۱ ازالة الخفاء مقصد دوم فی تحقیق الفاروق رعیتہ۔

شام میں معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ عرب کا کسریٰ ہے۔ ۲۱

نصرانی کا تب مقرر کرنے پر (۵۹) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو نصرانی ناگواری ظاہر کی۔
 کاتب مقرر کرنے پر سخت ناگواری ظاہر کی، حالانکہ اس سے پہلے حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کی شرکت گزر چکی ہے۔ صورت یہ ہوئی کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو گورنر نے ایک نصرانی کو اپنا کاتب بنالیا اس وقت یہ عہدہ نہایت ذمہ داری اور حکومت کی پالیسی سے متعلق تھا جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے الگ کر دینے کا حکم دیا۔ جواب میں ابو موسیٰؓ نے اس کی کارگزاریاں مکمل بھیجیں، پھر بھی عمرؓ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ "جس کو اللہ نے خائن بنایا ہے وہیں اُس کو "امین" نہ بنانا چاہئیے۔ ابو موسیٰؓ نے پھر لکھا کہ اس کے بغیر شہری انتظام درست نہیں ہو سکتا ہے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا:

مات النصرانی ۲۲

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ مقام "انبار" کا ایک نصرانی دفتری کام میں نہایت ماہر ہے اگر آپ اس کو اپنا کاتب بنالیں تو بہت بہتر ہے، جواب دیا کہ:

لقد اتخذت اذ ابطانہ من میں اس وقت غیر مومن کو دوست
 دون المومنین۔ ۲۳
 بنانے والا ہوں گا۔

اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز (۶۰) حضرت عمرؓ نے محظ کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے حقوق پامال ہو رہے
 کا خیال ظاہر کیا تھے، اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا، چنانچہ فرمایا:

فواللہ لو ان اللہ ما یفرجہا ما ترک خدا کی قسم اگر اللہ اس صورت حال سے نجات
 باہل بیت من المسلمین لم یسعة نہ دے گا تو میں ہر مسلمان کے گھر میں جس میں کچھ
 الا دخلت معهم اعدادہم من وسعت ہے اس کے افراد کے برابر عزیز مفلسوں
 الفقر اعظم لیکن اثنان یملکان کو داخل کر دوں گا، کیونکہ نصف پیٹ کھانے
 علی ما یقیم واحد ۲۴ سے کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

۲۵ و ۲۶ ازالۃ الخفاء مقدم دوم فی تحقیق الفاروق رضیۃ ۳ ایضا کلمات فاروق اعظمؓ
 ۲۷ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص ۷ و ازالۃ الخفاء کلمات فاروق اعظمؓ

یہ کوئی ترغیب کا معاملہ نہ تھا بلکہ قانون و فرض کی شکل تھی جیسا کہ "فواللہ" اور "ادخلت" سے ظاہر ہے۔ اسی طرح "وسعت" تو نیکی کی حد تک نہ تھی بلکہ صرف شکم سیری تھی ورنہ ایک کی قوت حیات سے دو کے ہلاک نہ ہونے کی بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

(۶۱) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت معیار زندگی پر پابندی لگائی اور روزانہ گوشت کھانے سے روک دیا چنانچہ ذبح خانے خود تشریف لے جاتے اور جس کو دو دن گوشت خریدتے دیکھتے درے سے سزا دیتے :

فاذا راى رجلا اشتري لحمًا يومين
متتابعين ضرب بالدرۃ ۲۵
جب کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ دو دن مسلسل
گوشت خرید رہا ہے تو اس کو درے سے مارتے
اور یہ سزا دیتے تھے :

لا طوبى بطنك لجارك
واين عمك ۲۶
تو نے اپنے پڑوسی اور چچیرے بھائی کے لئے کیوں
کفایت نہیں کی۔

یہ قحط کے زمانہ کی بات نہ تھی کیوں کہ اس وقت تو نان جو میں سے بھی شکم سیر ہونے کی حیثیت نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ معیار زندگی پر پابندی لگا کر اور لوگوں کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بنا کر زندگی کے دوسرے سامان سے آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ صرف زندہ رہنا اپنے اندر کوئی جاذبیت نہیں رکھتا جب تک قیام و بقاء کے سامان نہ ہوں اور صرف قیام و بقاء کے سامان سے کام نہیں چلتا جب تک دور کے لحاظ سے جلب منفعت و دفع مضرت کا انتظام نہ ہو جیسا کہ اس وقت دور کے لحاظ سے یہ سب انتظام ہوا تھا اور قرآن حکیم میں ہے :

واعذوا لهم ما استطعتم من قوة
ومن رباط الخيل ۲۷
جہاں تک ہو سکے قوت و طاقت کے سامان
اور گھوڑے رکھ کر تیار رہو۔

آیت میں "من قوة" کو ماں اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہر دور میں قوت و طاقت کے سامان بدلتے رہتے ہیں اور جلب منفعت و دفع مضرت کی نئی راہیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اگر سامان کی فراہمی اور راہوں کے تعین میں تبدیلی کا لحاظ نہ کیا گیا اور قدیم تنظیم سے وابستگی بدستور قائم رہی تو آیت کی

۲۷ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص ۷۷۔ ۲۶ ایضاً ۲۷ الانفال رکوع ۷۔

خلافت ورزی ہوگی اور قیام و بقاء کی ضمانت ضبط ہو جائے گی۔

دین و دنیا کی تقسیم مذہب | مسلمانوں میں دین و مذہب کا جب تک صحیح تصور قائم رہا وہ برابر کے غلط تصور کا نتیجہ ہے | مذہبی فریضہ سمجھ کر تنظیمی تبدیلیوں کا ساتھ دیتے رہے اور جب ان میں یہ تصور باقی نہ رہا تو دین و دنیا کی تقسیم ہو گئی۔ ہر قدیم شئی دین بن گئی اور ہر جدید شئی دنیا کے نام سے موسوم ہو گئی۔ منطق و قدیم فلسفہ دین ہے اور سائنس و جدید فلسفہ دنیا ہے۔ تیر اندازی و نوٹ دین ہے اور این۔سی۔سی و فوجی تربیت دنیا ہے۔ انفرادی ملکیت کا تصور دین ہے، اور اجتماعی تنظیم کا تجلّی دنیا ہے۔ مکتب و مدرسہ کی ملازمت دین ہے اور کالج و یونیورسٹی کی ملازمت دنیا ہے۔ عبادت و اخلاق کی تبلیغ دین ہے اور ریسرچ و تحقیق کی تلقین دنیا ہے۔ حکومت الہیہ کی دعوت دین ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت دنیا ہے۔ غرض جس پر قدامت کی چھاپ ہو وہ سب دین ہے اور جس کو جدت کی ہوا لگی ہو، وہ سب دنیا ہے۔

نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑا ہے کہ مذہب کا یہ تصور مسلمانوں کو زندہ رہنے کے قابل کبھی نہیں بنا سکتا۔ لا محالہ اس تصور کی وجہ سے مذہب کو مسجد و مدرسہ کی چہار دیواری میں محدود رہنا پڑے گا اور صرف سکون حاصل کرنے کے لئے مذہب کے ”آستانہ“ پر حاضری ہوتی رہے گی۔

★★★★★★★★